تحت عیادہ
محمد معصوم احمد کریم کنجی

بابت سنہ ۱۴۱۵ھ

تیسرا محاضرۂ علمیہ

بر موضوع

رد غیر مقلدیت

9045272713

پیش کردہ

جناب مولانا محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ فقہ دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقلیدِ شخصی ہی کا وجوب کیوں؟

9045272713

الحمد للہ وکفی وعلیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

گزشتہ مباحث سے یہ بات منقح ہو چکی کہ تقلید کی دونوں نوعوں یعنی معین اور غیر معین کا وجوب کتاب وسنت، قیاس اور اجماع امت اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعامل سے بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اس طرح سے اصطلاح فقہاء کے مطابق تقلید اپنی اصل کے اعتبار سے واجب مخیر ہوئی۔

واجب مخیر کی حقیقت یہ ہے کہ وجوب کا تعلق دو یا چند متعین امور میں سے کسی فرد مبہم کے ساتھ ہو کہ آدمی ان امور میں سے جس فرد کو ادائیگی کے لئے متعین کر لے اسے اختیار ہے اور اس فرد کو ادا کر لینے سے واجب ادا ہو جائے گا ---------- تو گویا کہ ان امور میں سے کسی ایک کا ادا کرنا تو واجب ہے۔ لیکن اس ایک کی تعیین کے سلسلہ میں آدمی مختار ہے مثلاً کفارۂ یمین کہ نفس کفارہ تو فرض ہے لیکن ادا کرنے والے کو اس کا اختیار ہے کہ کھانا کھلائے، یا مسکینوں کو کپڑا دے، یا غلام آزاد کرے۔

صاحب مسلم الثبوت فرماتے ہیں:

ایجاب امر من امور معلومۃ صحیح	امور معلومہ میں سے کسی ایک کو واجب کرنا صحیح
وھو الواجب المخیر کخصال	ہے اور اس کو واجب مخیر کہتے ہیں جیسے کفارہ کے

الکفارۃ [1] افراد۔

شیخ محمد حضری بک رحمہ واجب مخیر کی تشریح وتفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

منقسم الی معین ومخیر فالمعین ما طلبه الشارع عینا والمخیر ما طلبه الشارع مبهمًا فی واحدٍ من امور معینة کاحد خصال الکفارة قد یعین الشارع مطلوبه فیسمی هذا الواجب معینًا وقد یبهمه فی واحدٍ من امور معینة نحو قوله تعالی فی کفارة الیمین "فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم اوکسوتهم اوتحریر رقبة" ویسمی هذا واجبًا مخیرًا فالتکلیف یتعلق بواحد مبهم من هذه الامور الثلاثة المعینة والواحد المبهم قدر مشترک بین الخصال کلها لصدقه علی کل واحد منها وحینئذٍ لا تعدد فیه [2]

واجب معین اور مخیر کی طرف منقسم ہوتا ہے. معین وہ جس کو شارع نے بعینہٖ طلب کیا ہو، اور مخیر وہ ہے جس کو شارع نے لاعلی التعیین امور معلومہ میں سے کسی ایک کے اندر طلب کیا ہو۔ جیسے کفارہ کے افراد میں سے کوئی ایک کبھی شارع اپنے مطلوب کو متعین کر دیتے ہیں تو اس واجب کو معین کہا جاتا ہے اور کبھی امور معلومہ میں سے کسی ایک کے اندر مبہم رکھتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول کفارہ یمین میں فکفارتہ الخ " تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے. اس اوسط کھانے میں سے جس کو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان کو کپڑا دینا ہے یا غلام آزاد کرنا ہے" اس واجب کو واجب مخیر کہتے ہیں. تو تکلیف کا تعلق ان تینوں امور میں سے کسی واحد مبہم سے ہے اور واحد مبہم ان تمام افراد کے درمیان قدر مشترک ہے اس کے ہر ہر فرد پر صادق آنے کی وجہ سے تو اس وقت وجوب میں تعدد نہیں ہوگا۔

" واجب مخیر" اور نفس تقلید کے واجب مخیر ہونے کی محققانہ تشریح کرتے ہوئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک سائل (جس کا یہ خیال تھا کہ تقلید شخصی مباح ہے اور اس کو واجب کہنا بدعت سئیہ ہے)

---

[1] مسلم الثبوت ص ۲۹۔

[2] اصول الفقہ للحضری بک ص ۴۶۔

کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :

" پس تقلید مطلق تو فرض ہے یقین ہے کہ آپ بھی قبول کرلیں گے، ورنہ اثبات اس کا کر دیا جائے گا اور اس کے دو فرد ہوویں گے۔ تقلید شخصی اور غیر شخصی کیوں کہ دونوں حصے ایک جنس کے ہیں خواہ اسکو جنس کی دو نوع کہو یا مطلق اور دو فرد مقید کہو، خواہ کلی اور دو جزوی کہو جس طرح چاہو مقرر کرو۔ بہر حال دو نوع تقلید مطلق کے ہوویں گے جو فرض ہے۔

بھلا آپ سے پوچھتا ہوں کہ فرض کے نوع یا فرد مباح کس طرح ہوئے مرد خدا فرض اور مباح تو متبائن دو نوع ہیں کہ تحت جنس حکم کے ہیں پھر ایک نوع مبائن دوسری نوع کی فرد کس طرح ہوگی۔ ذرا سوچو کہ تقلید مطلق تو فرض اور شخصی مباح اور حالانکہ یہ فرد ہے تقلید فرض کی۔ پس تمام آپ کا خدشہ اس ہی خطاء فہم پر مبنی ہے۔ پس ہوش کرو کہ تقلید بہر دو نوع فرض ہے کوئی مباح نہیں، مگر چونکہ امتثال امر تقلید میں تخییر ہے کہ جس فرد کو چاہو ادا کر دو، دوسرے کی ضرورت نہیں اور جو دونوں ترک کرو گے تو عاصی ہوگے اس تخییر کو مباح کہہ دیا ہے مجازاً نہ یہ کہ خود شخصی مباح ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ کفارہ میں حلف کے مثلاً نفس کفارہ فرض ہے اور اطعام اور کسوہ اور رقبہ میں تخییر جس کو ادا کر دیا مطلق کفارہ سے براءت ہوگئی اور جو کسی کو نہ کیا، عاصی رہا علی ھٰذا مطلق اضحیہ واجب اور بکرا، اور سبع بقر و ابل اور پھر نر، یا مادہ وغیرہا جزئیات میں خیار جس فرد کا آتی ہوا، آتی فرض ہی کا ہوا، مباح کوئی بھی نہیں، سب فرض ہیں مگر ایک کے اتیان سے سب سے بری ہو جاتا ہے۔ یہی حال جملہ کلیات کا ہے کہ مطلق شرعی فرض ہوتا ہے اور مباح کہنا ان کا باعتبار اختیار کسی فرد کے ہے نہ کہ مباح مقابل فرض کے کہ آپ نے شبہ فرض ہو جانے، مباح کا بے موقع کیا، ورنہ اگر یہی شبہ ہے تو شخصی والے اسی آپ کی تقریر سے غیر شخصی کو بدعت سیئہ کہہ دیویں گے کیوں کہ غیر شخصی کس طرح فرض ہوتی ہے وہ بھی تو مباح نہیں معنی ہے جو مذکور ہوا.... اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں کہا ہے کہ غیر شخصی کے وجوب پر اجماع منعقد ہوا

ہے تاکہ متقابل نوع اس کے حرام ہو. کیوں کہ وجوب کا مقابلہ حرمت سے ہوتا ہے، اگر فرضاً یہ کہا ہے تو شخصی مباح کس طرح ہوگئی بلکہ حرام ہوئی اور یہی کوتاہ فہمی غیر مقلدین جہاں کو ہوئی بلکہ (شاہ صاحب نے) یہ فرمایا ہے کہ قرون ثلثہ میں باجماع جائز رہی ہے.

پس جواز سے دوسری نوع متقابل کی کراہت کس طرح ثابت ہوگئی، امکانِ خاص تو پڑھا ہی ہوگا اور شرع میں ایک فرد کلی کے جواز سے دوسرے فرد کی کراہت کہاں ثابت ہے. جواز اضحیہ شاۃ سے جو صحابہ میں شائع رہا. سبع بقر حرام کیوں کر ہوا بلکہ کلی کے حکم سے سب افراد جائز ہیں اور تعامل فرد واحد سے دیگر افراد مرتفع نہیں ہوتے. مساوی الاقدام رہتے ہیں. پس اگر یہ قاعدہ ذہن نشین ہوگیا ہے تو سوچو کہ جیسے آپ کے نزدیک شخصی مباح ہے ایسے ہی غیر شخصی بھی مباح ہے اور جیسا کہ غیر شخصی مرادف اس کی ہے آپ کے نزدیک واجب ہے ویسے ہی معین کہ شخصی اس کی مرادف ہے واجب ہی ہے اور حق یہی ہے کہ دونوں واجب ہیں اور اباحت دونوں میں بمعنی تخییر ارتکاب احدہما ہے اور بس... اپنی ذات میں دونوں فرض ہیں تو آپ کا شبہ تو گاؤ خرد ہوا" [1]

الحاصل تقلید اپنے دونوں افراد کے اعتبار سے واجب مخیر ہوئی --- واجب مخیر کے افراد میں سے جس کو بھی ادا کر دیا جائے. آدمی وجوب سے بری الذمہ ہو جاتا ہے لیکن افراد ادا کرنے سے پہلے تخییر اور تعیین کے اعتبار سے مباح رہتے ہیں.

مفتی برکت اللہ صاحب فرنگی محلی رح فرماتے ہیں:

"الوجوب التخییری انما یکون بین الجائزات" [2]

مطلب یہ ہے کہ وہ افراد ایک ایک کر کے مباح ہیں اور ان کے درمیان واحد مبہم اور قدر مشترک

---

[1] مکتوب حضرت گنگوہی رح تالیفات رشیدیہ ص۵۲۸-۵۲۹.

[2] التعلیق المنعوت علی مسلم الثبوت ص۲۹

واجب ہے۔ مباح بلکہ مندوب کے سلسلہ میں یہ ضابطہ ہے کہ اگر اس کے کرنے کی وجہ سے کسی فتنہ کا خدشہ اور اندیشہ ہو تو وہ مباح ممنوع ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس امر مباح مندوب کا سبب عوام کے اعتقاد میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا اس طرح کرنا ممنوع ہے کہ اس کو تغییر حکم شرعی کا لازم ہو جائے۔ عند العوام اور دفع فتنہ عوام کا حتی الامکان واجب ہے۔" [1]

نیز فرماتے ہیں:

"اگر ------ عوام کو فساد عقیدہ حاصل ہو تو اس کا ترک کرنا لازم ہے اگر وہ امر استحباب کے درجہ میں ہو نہ سنت موکدہ اور واجب کے۔" [2]

اس ضابطہ کی چند نظائر بیان کرتے ہوئے حضرت گنگوہی رح فرماتے ہیں:

"سنو خاتم بائیں ہاتھ میں صحابہ رض کے قرن میں مباح تھی پیچھے بوجہ مشابہت روافض کے یہ بھی فتنہ ہے لقولہ من تشبہ بقوم فھو منھم مکروہ تحریمی ہوئی' ہدایہ دیکھ لو۔ پس یسار کا تختم اور یمین کا تختم دونوں جائز' اور قرون ثلثہ میں یمین کا مباح رہا اور پھر یسار کا مکروہ ہوا تو ترک تختم یسار واجب ہوا گر ترک مکروہ واجب ہے... بحق فلاں کہنا' اوّل مباح تھا۔ فقہاء نے ترک کو اس کے واجب کیا بسبب فتنہ عوام اور شیوع مذہب معتزلہ کے کہ ان کے نزدیک حق علی اللہ ہے ثواب مطیع اور عذاب عاصی۔" [3]

محض "سدّ اللذرائع" بعض دفعہ مباحات، ممنوعات کی صف میں داخل ہو جاتے ھیں علامہ ابراھیم بن موسی رح شاطبی صاحب الاعتصام نے اس سلسلہ میں نہایت ہی قیمتی بحث کی ہے فرماتے ہیں:

---

[1] براھین قاطعہ صـ ۱۱۸۔

[2] " صـ ۱۱۸۔

[3] سبیل الرشاد۔ تالیفات رشیدیہ صـ ۵۳۱۔

قد يكون اصل العمل مشروعًا ولكنه يصير جاريا مجرى البدعة من باب الذرائع

بعض دفعہ اصل عمل مشروع ہونے کے باوجود سد ذرائع کے طور پر بدعت کے درجے میں آجاتا ہے۔

نظائر پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولاجله ايضًا نهى اكثرهم على اتباع الأثار كما خرج الطحاوي وابن وضاح وغيرهما عن معزور بن سويد الاسدى قال وانيت الموسم مع امير المومنين عمر بن الخطاب رضى الله عنه فلما انصرفنا الى المدينة انصرفت معه فلما صلى لنا صلاة الغداة فقرأفيها "الم تركيف فعل ربك" و "لإيلاف قريش" ثم رأى اناسًا يذهبون مذهبًا فقال اين يذهب هؤلاء قالوا يأتون مسجدًا هٰهنا صلى فيه رسول الله عليه وسلم فقال انما هلك من كان قبلكم بهٰذا يتبعون اثار انبياءهم فاتخذوها كنائس وبيعا من ادركته الصلوٰة فى شئ من هٰذه المساجد التى صلى فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فليصل فيها والا فلا يتعمدها وقال ابن وضاح سمعت عيسىٰ بن يونس مفتى اهل طرسوس

اسی بنیاد پر اکثر علماء نے "آثار" کی زیارت کو منع قرار دیا ہے جیسا کہ طحاوی اور ابن وضاح وغیرہ نے معزور بن سوید اسدی سے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا میں موسم حج میں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ جب ہم مدینہ کو چلے تو میں نے حضرت عمرؓ کا ساتھ اختیار کیا انہوں نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی جس میں "الم ترکیف فعل ربک اور لایلف قریش" پڑھا پھر انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو کسی طرف جا رہے تھے۔ پوچھا یہ حضرات کدھر جا رہے ہیں لوگوں نے بتلایا یہ حضرات یہاں ایک مسجد میں آتے رہتے ہیں، اس مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم سے پہلے کے لوگ اسی بنیاد پر ہلاک ہوئے وہ اپنے انبیاء کے نشانات پر جاتے اور اس کو عبادت گاہ بنا لیتے تھے۔ جس آدمی کو نماز کا وقت ایسی مساجد میں مل جائے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے تو اس میں نماز

يقول امر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بقطع الشجرة التی بویع تحتها النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقطعها لان الناس کانوا یذھبون فیصلون تحتها فخاف علیهم الفتنة ......وقد کان مالك رح یکره المجئ الی البیت المقدس خیفة ان یتخذ ذالك سنة وکان یکره مجئ قبور الشهید ویکره مجئ قباء خوفًا من ذالك مع ماجاء فی الآثار من الترغیب فیه ولکن لما خاف العلماء عاقبة ذالك ترکوه -

پڑھ لے ورنہ ان کا قصد نہ کرے .... اور ابن وضاح نے کہا کہ میں نے عیسیٰ بن یونس مفتی اہل طرسوس سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کاٹ دینے کا حکم دیا تھا جس کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی گئی تھی اس لئے کہ لوگ جاتے تھے اور اس کے نیچے نماز پڑھتے تھے تو حضرت عمر رض نے ان کے سلسلہ میں فتنہ کا خوف کیا ------ اور امام مالک رح بیت المقدس کی طرف جانا ناپسند کرتے تھے. محض اس اندیشہ سے لوگ اسے ایک سنت نہ بنالیں، اور اسی طرح شہدائے کرام کی قبروں اور قبا کی طرف بھی جانے سے گریز کرتے تھے

حالانکہ اس سلسلہ میں ترغیبی آثار بھی وارد ہوئے ہیں. لیکن علماء نے انجام کے خوف سے اسے ترک کردیا.

چند سطور بعد تحریر فرماتے ہیں :

وقال سعید بن حسان کنت اقرأ علی ابن نافع فلما مررت بحدیث التوسعة لیلة عاشوراء قال لی حوق علیه قلت ولم ذالك یا ابا محمد ؟ قال خوفًا من ان یتخذ سنة. فهذه الامور جائزة او مندوب الیها ولکنهم کرهو فعلها خوفا من

سعید بن حسان کہتے ہیں کہ میں علی بن نافع کے پاس حدیث پڑھ رہا تھا جب شب عاشوراء میں توسع والی حدیث کو پڑھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا، اس حدیث کو قلم انداز کر دو میں نے کہا، اے ابو محمد یہ کیوں ؟ انہوں نے کہا اس خوف سے کہ کہیں اسے ایک رواج نہ بنالیا جائے، تو یہ امور جائز یا مندوب تھے

9045272713

البدعة ۔[1] لیکن لوگوں نے اس کو ناپسند قرار دیا محض اندیشۂ بدعت کی بنیاد پر ۔

اس بحث پر مزید تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

مستحسن پر غیر مستحسن کی ترجیح

بنظر مزید توضیح یہ امر اور بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ شرع میں یہ امر کثیر الوقوع ہے کہ بعض چیزیں اصل سے مباح بلکہ مستحسن ہوتی ہیں ۔ مگر بعض امور خارجہ امر غیر مستحسن کو ترجیح دیتی مستحسن ہو جاتی ہے اور اس وقت میں بھی جانب مستحسن ہی کو ترجیح دینا ان کا کام ہے جو عقل دوربین نہیں رکھتے اور حدیث میں اس قسم کے امور بکثرت ملیں گے ۔

دیکھئے ! احادیث صحیحہ میں یہ امر موجود ہے کہ بوقت نزولِ قرآن مجید جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری میں مکرر، سکرر عرض معروض کر کے قرآن مجید کے سات حروف مشہورہ پر پڑھنے کی اجازت لی، اور حضرت عثمان رض کے زمانہ خلافت میں حسب رائے اور استحسانِ جماعت صحابہ بوجہ ظہور و انتشارِ اسلام و قرآن فی بلاد العجم ــــــــ اس توسع کو ــــــــ کہ جس کو خاتم النبیین نے باصرار و دعائے مکرر بوجہ مصلحت امت جناب باری سے حاصل کیا تھا، اور جن حروف کی شان میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فکل حرفٍ شافٍ کافٍ فرمایا تھا ــــــــ موقوف کر دیا اور حضرات صحابہ نے اس توسیع کے عوض اس زمانہ کے مناسب حال سمجھ بوجھ کر قرأت قرآن کو منحصر فی حرفٍ واحدٍ فرما دیا ۔ رئیس المجتہدین تو شاید حضرات صحابہ رض پر بھی طعن کریں کہ سب صُوَرِ مباح کو ترک کر کے فی صورۃ واحدۃ کیوں کیا ؟

اور سنئے ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا جی چاہتا تھا کہ بنائے کعبہ کو گرا کر بنائے ابراہیمی کے مطابق تیار فرما دیں، مگر بعض مسلمانوں کے انکار اور دین کے پھر جانے کے خوف کی وجہ سے آپ رک گئے ۔ چنانچہ الفاظ حدیث

---

[1] الاعتصام جلد ۲ صـ ۹۲-۹۵-۹۷ ۔

اس پر شاہد ہیں، باوجودیکہ آپ امر کو مستحسن سمجھتے تھے مگر فقط بدیں خیال کہ یہ امر کوئی
مقصود فی الدین نہیں، اور اس کے نفع کے مقابلہ میں بڑے نقصان کا اندیشہ ہے اسلئے
اس امر کو گو عمدہ تھا ترک فرمایا۔

علاوہ ازیں حدیثوں سے زمانہ نبوی میں عورتوں کا نماز کے لئے مسجدوں میں جانا ثابت
ہوتا ہے اور یہ امر ثبوت اباحت امر مذکور کے لئے دلیل کافی ہے۔ پھر دیکھئے! باوجود اس کے
کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرمایا اور عورات مسلمین
اس امر کی شکایت جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لے گئیں، اور کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں باوجودیکہ ہم مسجد میں چلی آیا کرتی تھیں مگر اب ہم
کو مساجد میں جانے سے روکا جاتا ہے' تو حضرت عائشہ رض نے بھی یہی فرمایا کہ اگر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عورات کے اس حال کو ملاحظہ فرماتے تو بے شک مساجد میں آنے جانے
سے منع فرما دیتے۔ اس کے سوا اور بہت سے امور خاص حدیث میں اس قسم کے ملتے ہیں۔[1]

قرون اولیٰ کے بعد جب شہوت پرستی اور اتباع ہویٰ نے لوگوں کے دلوں میں گھر کرنا شروع کر دیا
حکم خدا اور رسول کے بجائے حرام و حلال کا پیمانہ لوگوں کی خود اپنی ہی طبائع اور خواہشات بن گئیں
تو فقہاء امت نے بین طور پر محسوس کیا کہ اس صورت حال میں اگر تقلید مطلق کا دروازہ کھلا رہا تو
بہت سے لوگ دیدہ و دانستہ اور بہت سے لوگ غیر شعوری طور پر اتباع نفس و ہویٰ اور خواہش پرستی
میں مبتلا ہو جائیں گے۔

مثلاً ایک شخص کا سردی کے موسم میں خون نکل آیا تو امام ابو حنیفہ رہ کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ
گیا۔ امام شافعی رہ کے نزدیک نہیں ٹوٹا۔ وہ اپنی تن آسانی کی وجہ سے اس وقت امام شافعی رہ کی تقلید
کر کے بلا وضو نماز پڑھ لے گا۔ پھر اس نے کسی عورت کو مس کر لیا تو امام شافعی رہ کے نزدیک اس کا
وضو جاتا رہا۔ اور امام ابو حنیفہ رہ کے نزدیک برقرار رہا۔ اس کی نفس پرستی اس موقع پر امام ابو حنیفہ کی تقلید
پر آمادہ کرے گی اور پھر بے وضو ہی نماز پڑھ لے گا۔ غرض جس امام کے قول میں اسے اپنا نفسانی فائدہ

لہ ایضاح الادلہ صـ۲۲۳ ـ

9045272713

اور آرام نظر آئے گا۔ اس کو اختیار کرے گا اور جس میں اپنی خواہشات کی رو برآری نظر نہیں آئیگی اسے ترک کردے گا۔ اس طرح سے احکام شرعیہ نفسانی خواہشات کا کھلونا بن کر رہ جائیں گے اس لئے سد ذریعہ کے طور پر علماء کرام نے تقلید مخیرہ کے دونوں افراد میں سے شخصی کو متعین اور غیر شخصی کو ممنوع قرار دے دیا، بخلاف قرون اولیٰ کے کہ غلبہ خیر کی بنیاد پر ان مفاسد کا احتمال بعید تھا ساتھ ہی ساتھ مختلف فقہاء اور مجتہدین کے مسالک مرتب اور مدون نہیں تھے کہ ایک خواہش پرست اور رخصتوں کا متلاشی انسان، مختلف مسالک کی رخصتوں کو بآسانی تلاش کرلیتا۔ نیز مذاہب کا مکمل طور پر مدون نہ ہونا تقلید شخصی کی تعیین کے سلسلہ میں مانع تھا۔ ان وجوہات کی بنیاد پر شخصی اور غیر شخصی دونوں کا شیوع تھا۔

شیخ الاسلام علامہ نووی رح فرماتے ہیں ،

ووجهه انه لوجاز اتباع ای مذهب شاء لافضیٰ الی ان یلتقط رخص المذاهب متبعا هواه ویتخیر بین التحلیل والتحریم والوجوب والجواز وذالك یودی الی انحلال ربقة التكلیف بخلاف العصر الاول فانه لم تكن المذاهب الوافیة باحکام الحوادث مهذبة فعلیٰ هذا یلزمه ان یجتهد فی اختیار مذهب یقلده علی التعیین [1]

(اس تقلید شخصی کے لازم ہونے) کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس بات کی اجازت ہو کہ انسان جس فقہی مسلک کی چاہے پیروی کرلیا کرے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگ ہر مذہب کی آسانیاں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اپنی خواہشات نفس کے مطابق ان پر عمل کرلیا کریں گے، حلال و حرام اور واجب و جائز کے احکام کا سارا اختیار خود لوگوں کو مل جائے گا اور بالآخر شرعی احکام کی پابندیاں بالکل کھل کر رہ جائیں گی، البتہ پہلے زمانے میں تقلید شخصی اس لئے ممکن نہ تھی کہ فقہی مذاہب مکمل طور پر مدون اور معروف نہ تھے (لیکن اب جب کہ مذاہب فقہیہ مدون اور مشہور ہو چکے) ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ کوشش کرکے ایک مذہب کو اختیار کرلے اور پھر متعین طور پر اسی کی تقلید کرے کرے۔

---

[1] المجموع شرح المهذب جلد ۱ صـ ۹۱ بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت۔

9045272713

امام نووی رح نے جو یہ فرمایا کہ اگر آدمی کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ جب چاہے جس مجتہد کا قول اپنا لیا کرے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حلال و حرام ایک ہو جائیں اور احکام شرعیہ کی پابندیوں سے آدمی بالکل ہی آزاد ہو جائے' اس کی وضاحت یہ ہے کہ:

"عہد صحابہ کرام رض سے اب تک بے شمار فقہاء و مجتہدین پیدا ہوئے اور اہل علم پر یہ بھی پوشیدہ نہیں، کہ ہر فقیہ کے مذہب میں کچھ ایسی آسانیاں ملتی ہیں جو دوسرں کے یہاں نہیں ہیں۔ اور یہ حضرات کچھ معصوم بھی نہیں تھے کہ اغلاط سے محفوظ ہی رہتے بلکہ ہر ایک کے یہاں دو ایک چیزیں ایسی بھی مل جاتی ہیں۔ جو مسلک جمہور کے خلاف ہیں تو اگر تقلید مطلق کی اجازت عام دے دی جائے تو خواہشات کے پیرو حضرات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ایسے مسائل نکالیں اور ان کی تقلید کر کے دین فطرت کو احکام خداوندی نہیں بلکہ خواہشات نفسانیہ کا مجموعہ بنا دیں مثلاً فقہ شافعی میں جواز شطرنج کا قول ہے عبداللہ بن جعفر کی طرف منسوب ہے کہ وہ غناء و مزامیر کے جواز کے قائل تھے۔" [1]

حضرت قاسم ابن محمد سے منقول ہے کہ:

"وہ بے سایہ تصویروں کو جائز قرار دیتے تھے۔" [2]

امام اعمش کی طرف منسوب ہے کہ:

ان کے نزدیک ابتداء صوم طلوع فجر کے بجائے طلوع آفتاب سے ہوتی ہے۔ ... چنانچہ تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی رح نے روزے کا مسئلہ بیان کرنے کے بعد اعمش کا یہ مذہب بڑے لطیف پیرائے میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"خالف ذالك الاعمش ولا يتبعه الا الاعمى" [3]

---

[1] اتحاف الزبیدی جلد ۶ ص ۴۵۸ بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت ص ۶۷،

[2] نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۱۹۹، [3] روح المعانی جلد ۲ ص ۱۸۷۔

9045272713

اس مسئلہ کی اعمش نے مخالفت کی ہے حالانکہ ان کی بات کوئی اندھا ہی تسلیم کرسکتا ہے

داؤد ظاہری رحؒ اور ابن حزم رحؒ کا مسلک یہ ہے کہ ؛

" اگر کسی عورت سے نکاح کا ارادہ ہو تو اسے برہنہ دیکھنا بھی جائز ہے " ۱؎

اب ایک خواہش نفس کے ہاتھوں اندھا انسان تقلید مطلق کی اجازت پاکر اپنی ان تمام مرغوبات کو بآسانی تلاش کرلے گا اور تقلید کے پردے میں دین و شریعت کو ایک افسانۂ رنگارنگ بنادے گا" اور بقول حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحؒ کان شر عباد اللہ بدترین بندگانِ خدا میں شامل ہوجائے گا۔ ۲؎

علامہ شاطبی رحؒ فرماتے ہیں ؛

لوفتح لهم هٰذا الباب لانحلت عرى المذهب ۳؎

اگر لوگوں کے لئے (تقلید مطلق) کا دروازہ کھول دیا جائے تو مذہب کی چولیں ہل جائیں گی۔

علامہ ابن تیمیہ رحؒ تقلید مطلق کے مفاسد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؛

وفی وقت یقلدون من یفسده وفی وقت یقلدون من یصححه بحسب الغرض والهوىٰ ومثل هٰذا لایجوز باتفاق الامة۔

یہ لوگ اپنی غرض اور خواہش نفسانی کے لئے ایک وقت اس کی تقلید کرتے ہیں جو فاسق گواہوں کے ذریعہ منعقدہ نکاح کو فاسد قرار دیتا ہے۔ اور دوسرے وقت اس کی تقلید کرتے ہیں جو اسے صحیح کہتا ہے یہ باتفاق امت ناجائز ہے۔

چند سطروں کے بعد پھر لکھتے ہیں ؛

ونظیر هٰذا ان یعتقد الرجل ثبوت شفعة الجوار اذا کان طالبًا لها و

اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی آدمی جس وقت کسی حقِ شفعہ کا خود طالب ہو (مذہب امام ابوحنیفہ رحؒ کے

۱؎ فتح الملہم ج ۳ ص ۴۷۶ ،

۲؎ عقد الجید ص ۶۲ ،

۳؎ الموافقات ج ۴ ص ۱۴۶ ۔

9045272713

عدم ثبوتها اذا كان مشتريا فان هذا لا يجوز بالاجماع وكذا من بنى صحة ولاية الفاسق فى حال نكاحه وبنى على فساد ولايته حال طلاقه لم يجز ذالك باجماع المسلمين ولو قال المستفتي المعين انا لم اكن اعرف ذالك وانا اليوم التزم ذالك لم يكن من ذالك لان ذالك يفتح باب التلاعب بالدين ويفتح الذريعة ان يكون التحريم والتحليل بحسب الاهواء[1]

مطابق) شفعہ جواز کے ثبوت کا اعتقاد ظاہر کرے اور اگر مشتری ہو، اور دوسرا شخص طالب شفعہ ہو تو (مذہب امام شافعی رح کے مطابق) اس کے عدم ثبوت کا معتقد بن جائے۔ یہ بالاجماع جائز نہیں۔ ایسے ہی وہ شخص جو بحالت قیام نکاح ولایت فاسق کی صحت کا قائل ہو (اور اس کی بنا پر منافع نکاح سے منتفع ہو) مگر جب طلاق ثلثہ دیدے تو حرمت غلیظہ سے بچنے کے لئے ولایت فاسق کو کالعدم کہہ کر اس کے ماتحت منعقد شدہ نکاح کو فاسد قرار دے، یہ باجماع مسلمین جائز نہیں، اگر کوئی مستفتی یہ کہے کہ پہلے مجھے اس مذہب کی خبر نہ تھی اور اب میں اس کا معتقد اور پابند ہوں تو بھی اس کا قول قابل تسلیم نہ ہوگا، کیوں کہ یہ دین کو ایک کھلونا بنانے کا دروازہ کھولنا ہے اور اس کا سبب بننا ہے کہ حلال و حرام کا مدار محض خواہشات نفس پر ہو جائے۔

انہیں مفاسد عظیمہ کے پیش نظر علماء امت نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اب تقلید شخصی ہی واجب ہے تاکہ انسان نفس و ہویٰ کے مکائد سے محفوظ و مامون ہو کر شریعت غرّا کی مکمل اتباع کے ساتھ زندگی گذار سکے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

واعلم ان الناس كانوا فى المائة الاولى والثانية غير مجتمعين على

یاد رکھئے کہ پہلی دوسری صدی میں تمام لوگ کسی ایک معین مذہب کی تقلید پر مجتمع نہیں

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۴۱۔

التقليد بمذهب واحد بعينه ....
وبعد المائتين ظهر فيهم التمذهب
للمجتهدين باعيانهم وقل من كان
لايعتمد على مذهب مجتهد بعينه
وكان هذا هو الواجب فى ذالك الزمان[1]

تھے .... اور دوسری صدی کے
بعد ان میں ایک مجتہد کو متعین کر کے اسی کے
مذہب پر عمل کرنے کا رواج ہوا یہاں تک کہ
اس وقت ایسے لوگ بہت کم ہوں گے جو کسی
ایک مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور
اس زمانے میں یہی چیز واجب تھی۔

صاحب انتصار الحق رح فرماتے ہیں:

"زمانہ ائمہ مجتہدین میں مذاہب مدون ہو گئے اور مذہب ہر مجتہد کا حوادث ضرور مقلدین کو جامع ہو گیا اور نفوس پر اتباع ہوا غالب آیا اس سبب سے تعیین تقلید کو واجب کیا کہ بغیر اس کے ادائے احکام الٰہیہ عوام الناس کو بہت دشوار ہے چنانچہ اس مضمون کو خیر الدین ابی الفتح بغدادی نے کتاب الاصول میں مصرح فرمایا ہے[2]

دوسری جگہ علامہ شعرانی رح کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

قال الشعرانى فى الميزان فان قلت
فهل يجب على المحجوب عن
الاطلاع على العين الاولى للشريعة
التقليد بمذهب معين فالجواب نعم
وذالك لئلا يضل فى نفسه ويضل
غيره[3]

علامہ شعرانی رح میزان میں فرماتے ہیں "اگر تم
یہ سوال کرو کہ کیا شریعت کے اصل سرچشمہ
کی اطلاع سے محروم شخص کیلئے تقلید معین
واجب ہے تو جواب یہی ہے کہ ہاں واجب
ہے اور یہ اس لئے کہ تاکہ وہ ضال اور مضل
نہ بن سکے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بڑی تفصیل کے ساتھ تقلید معین کے فوائد اور تقلید مطلق کے مفاسد پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] الانصاف ص ۵۷-۵۹؛　　[3] انتصار الحق ص ۲۱۹؛

[2] انتصار الحق بجواب معیار الحق ص ۱۵۳؛

9045277713

,,گو فی نفسہٖ یہ بھی جائز ہے کہ مختلف لوگوں کا اتباع ہو، مثلاً کسی شیخ سے کوئی شغل پوچھ لیا، اور کسی دوسرے سے اور کوئی شغل پوچھ لیا، تو اس طرح متعدد کا اتباع بھی فی نفسہٖ جائز ہے اور سلف کی یہی حالت تھی کہ کبھی امام ابوحنیفہ رحمہ سے پوچھ لیا، کبھی اوزاعی رحمہ سے۔ اور سلف کی اسی حالت کو دیکھ کر آج بھی لوگوں کو یہ لالچ ہوتا ہے سو فی نفسہٖ تو یہ جائز ہے، مگر ایک عارض کی وجہ سے ممنوع ہوگیا۔ اس کو سمجھنے کے لئے ایک مقدمہ سن لیجئے وہ یہ کہ ...... حالتِ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے، سو حالت غلبہ کے اعتبار سے آج میں اور اس وقت میں یہ فرق ہے کہ اس دن کے لوگوں میں تدّین غالب تھا، ان کا مختلف لوگوں سے پوچھنا یا تو اتفاقی طور پر ہوتا ہے اور یا اس لئے کہ جس قول میں زیادہ احتیاط ہوگی اس پر عمل کریں گے، پس اگر تدّین کی وہی حالت اب بھی ہوتی تو ایک کو خاص کرکے اور اس کی تقلید کرنے کی ضرورت نہ تھی، مگر اب تو وہ حالت ہی نہ رہی اور کیسے رہتی۔ حدیث میں ہے ثم یفشوا الکذب: کہ خیر القرون کے بعد کذب پھیل جائے گا، اور لوگوں کی حالت بدل جائے گی۔ سو جتنا خیر القرون سے بعد ہوتا گیا اتنی ہی لوگوں کی ابتری ہوتی گئی، اب تو وہ حالت ہوگئی ہے کہ عام طور پر غرض پرستی غالب ہے، اب مختلف لوگوں سے اس لئے پوچھا جاتا ہے کہ جس میں اپنی غرض نکلتی ہو اس پر عمل کریں گے، ہمارے وطن کے قریب ایک قصبہ ہے۔ وہاں کے ایک مرد کا ایک عورت سے نکاح ہوا، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ ان دونوں نے ایک عورت کا دودھ پیا تھا۔ ایک شخص میرے پاس دریافت کرنے آئے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ میں نے کہا، ان کا نکاح جائز نہیں۔ ان میں جدائی کرادو۔ کہنے لگے اس میں تو بڑی بدنامی، اب تو کوئی صورت جواز کی نکال ہی دیجئے۔ میں نے کہا کہ اول تو تفریق میں بدنامی نہیں بلکہ تفریق نہ کرنے میں کہ لوگ کہیں گے .... کہ بھائی بہن کو جمع کر رکھا ہے۔ دوسرے اگر ہو تو ہوا کرے جب شرع کا حکم ہے تو بدنامی کا کچھ خیال نہیں کیا جاسکتا۔ کہنے لگے اس نے تو پی کر اگل بھی دیا تھا۔ میں نے کہا خواہ اگلا ہو یا نہ اگلا ہو حرمت کے حق میں یکساں ہے

9045272713

جب میرے پاس انہیں جواب ملا تو وہ دہلی پہونچے، وہاں ان کو ایک عامل بالحدیث مل گئے۔ مجھے اس وقت ان پر طعن کرنا منظور نہیں ہے بلکہ اس شخص کی غرض پرستی بیان کرنی ہے کہ اپنی غرض حاصل کرنے کے لئے ایک عامل بالحدیث کے پاس گیا کہ شاید یہاں کوئی بات مل جائے۔ اس نے کہا کہ اگر پانچ گھونٹ سے کم پیا ہے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی، پس آپ نے ایک استفتاء تجویز کیا کہ ایک لڑکے نے ایک عورت کا دودھ دو گھونٹ پیا تھا حرمت ثابت ہوئی یا نہیں۔ انہوں نے جواب لکھ دیا: لا تحرم المصة والمصتان۔ اب بہت خوش ہوئے اور ان میاں بیوی کو وہ فتویٰ لاکر دے دیا کہ یہ بھی تو عالم ہی کا فتویٰ ہے اس پر عمل کر لیا جائے گا تو کونسی خرابی ہے۔ آج کل لوگوں میں ایسی غرض پرستی ہے، بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ بندۂ خدا! تو کیا گن رہا تھا کہ اس نے دو گھونٹ پیے تھے۔ اور بالفرض اگر اس کی تعداد معلوم بھی ہو تو اس کی وجہ سے ان کے فتوے کو تو مانا جنہوں نے حلال بتایا، اور ان کے فتوے کو نہ مانا جنہوں نے حرام بتایا، حالانکہ جنہوں نے حلال بتایا یہ شخص ان کا ہم مذہب بھی نہ تھا۔ ہاں اگر اول ہی سے اس کا وہی مذہب ہوتا تو مضائقہ نہ تھا۔ مگر اول تو یہ شخص ان کے مذہب پر نہ تھا جب دیکھا کہ ان کے مذہب سے اپنا کام نکلتا ہے تو ان کا مذہب لے لیا۔ سو اس نے دین پر دنیا کو ترجیح دی، اور افسوس ہے کہ بعضے اہل علم کو بھی اس میں شبہ ہو گیا کہ اس میں کیا حرج ہے کہ ایک مجتہد فیہ مسئلہ میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر لیا جاوے، مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ انما الاعمال بالنیات کہ نیت کا اعتبار ہے، سو آج کل دوسرے امام کے مذہب پر دین ہونے کی حیثیت سے عمل نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اپنی دنیوی غرض کے حاصل کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

علامہ شامی رح نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک فقیہ نے ایک محدث کے یہاں اس کی لڑکی کے لئے پیغام بھیجا۔ اس نے کہا کہ اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ رفع یدین اور آمین

9045272713

بالجہر کیا کرو، فقیہ نے اس شرط کو منظور کر لیا، اور نکاح ہوگیا، اس واقعہ کو ایک بزرگ کے پاس ذکر کیا گیا تو انھوں نے اس کو سن کر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا، مجھے اس شخص کے ایمان جاتے رہنے کا خوف ہے، اس واسطے کہ جس بات کو وہ سنت سمجھ کر کرتا تھا۔ بدون اس کے کہ اس کی رائے کسی دلیل شرعی سے بدلی ہو صرف دنیا کے لئے اس کو چھوڑ دیا۔ لوگوں کی یہ حالت دنیا طلبی کی ہوگئی ہے۔ ایسے وقت میں اگر تقلید شخصی نہ ہو تو یہ ہوگا کہ ہر مذہب میں سے جو صورت اپنے مطلب کی پاویں گے اختیار کریں گے۔ مثلاً اگر وضو کرنے کے بعد اس کے خون نکل آیا تو اب امام ابوحنیفہ رح کے مذہب پر وضو ٹوٹ گیا اور امام شافعی رح کے مذہب پر نہیں ٹوٹا، سو یہاں یہ تو شخص شافعی مذہب اختیار کرلے گا اور پھر اس نے بیوی کو بھی ہاتھ لگایا، تو شافعی رح کے مذہب پر وضو ٹوٹ گیا، اور امام ابوحنیفہ رح کے مذہب پر نہیں ٹوٹا تو یہاں حنفیہ کا مذہب لے لے گا۔ حالانکہ اس صورت میں کسی امام کے نزدیک وضو نہیں رہا۔ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تو خون نکلنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ گیا۔ اور امام شافعی رح کے نزدیک عورت کے چھونے کی وجہ سے۔ مگر اس شخص کو ذرا پرواہ نہ ہوگی، ہر امام کی رائے کو وہ اس میں قبول کرے گا، جو اس کے مطلب کے موافق ہے اور جو اس کے مطلب کے خلاف ہے اس کو نہ مانے گا۔ سو دین تو رہے گا نہیں غرض پرستی رہ جائے گی۔ پس یہ فرق ہے ہم میں اور سلف میں۔ ان کو تقلید شخصی کی ضرورت نہ تھی کیوں کہ ان میں تدین غالب تھا۔ اور سہولت اور غرض کے طالب نہ تھے۔ بخلاف ہمارے کہ ہم میں غرض پرستی غالب ہے ہم سہولت اور غرض کے بندے ہیں اس لئے ہم کو اس کی ضرورت ہے کہ کسی خاص ایک شخص کی تقلید کریں۔ ہم تقلید شخصی کو فی نفسہ واجب یا فرض نہیں کہتے ہیں بلکہ یوں کہتے ہیں کہ تقلید شخصی میں دین کا انتظام ہوتا ہے ترک تقلید کی حالت میں اگر تمام مذاہب سے احوط کو تلاش کر کے عمل کرے گا تو مصیبت میں رہے گا اور اگر آسان کو تلاش کرے گا تو غرض پرستی میں مبتلا ہو جائے گا۔ پس تقلید میں راحت بھی ہے اور نفس کی حفاظت بھی ہے اور جیسا کہ مجتہدین کی تقلید شخصی

9045272713

میں یہ حکمت ہے۔ اسی طرح اس مذہب کے علماء اخیار میں سے ایک ہی کو متعیّن کر لینے میں یہی حکمت ہے کیونکہ زمانہ کی حالت بدل گئی ہے کہ لوگوں پر غرض پرستی غالب ہے اور ایک مذہب کے علماء میں بھی آپس میں مسائل کے اندر اختلاف ہے پس اگر ایک عالم کو متعین نہ کیا جائے گا تو اس کے اندر بھی اندیشہ ہے کہ کہیں غرض پرستی میں پڑ جاویں کہ جس عالم کی رائے نفس کے موافق ہوئی اس کو مان لیا اور جس کی رائے نفس کے خلاف ہوئی اس کو نہ مانا۔" [1]

صاحبِ اعلاء السنن فرماتے ہیں:

وبهذا تبين سر ما ذهب اليه الفقهاء من عدم جواز ترك مذهب الى مذهب لان هذا ان كان من [illegible] التخطئة للمذهب [illegible] ليس باهل لها وان كان من وجه الترجيح فهو ايضا ليس من اهله فلا وجه للانتقال الا لهوى او شئ لا يعتد به فلا يجوز لاسيما اذا كان هذا الصنيع يفتح عليه باب اتباع الشهوات [2]

ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف عدول کے عدم جواز کے سلسلہ میں فقہاء کے نظریہ کا راز اس سے ظاہر ہو گیا کیوں کہ یہ چیز اگر مذہب متروک کو غلط قرار دینے کی وجہ سے ہو تو وہ آدمی اس کا اہل نہیں ہے اور اگر بر بنائے ترجیح ہو تو وہ شخص اس کا بھی اہل نہیں۔ تو اب انتقال مذہب کی وجہ بجز خواہش پرستی اور فضول کے کچھ اور نہ ہو گی تو یہ چیز جائز نہ ہو گی، خصوصاً جب کہ اس سے اتباع شہوات کے دروازے کھلتے ہوں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ فرماتے ہیں:

"الغرض اتباع ہوی باجماع امت حرام ہے اور ادھر یہ بات تجربہ سے محسوس ومشاہد ہے کہ اگر عوام کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جس مسئلہ میں چاہیں ابو حنیفہؒ کے مذہب پر عمل کریں اور جس میں چاہیں شافعی رہ کے مذہب پر، پھر جب چاہیں مالکیہ کا قول

---

[1] اشرف الجواب حصہ دوم ص ۱۲۲۔　[2] مقدمہ اعلاء السنن جلد ۳ ص ۶۴۔

9045272713

لے لیں، اور جب چاہیں حنابلہ یا دوسرے ائمۂ مجتہدین کا، تو انجام اس کا لازمی طور پر وہی ہوگا جس کو حافظ ابن تیمیہ رح نے باجماع مسلمین حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔ اس شرعی مصلحت کی بناء پر عافیت اسی میں دیکھی گئی کہ امام واحد کا اتباع تمام مسائل میں لازم قرار دیا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصل مقصود اتباع ہوئی سے بچنا ہے اور چونکہ اسکی تدبیر اس ہوئی پرستی کے زمانے میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ عمل کرنے والوں کو آزاد نہ چھوڑا جائے بلکہ امام واحد کی تقلید پر مجبور کیا جائے۔ اس لئے تقلید شخصی بوجہ ذریعہ مقصود ہونے کے واجب قرار دی گئی"[1]

ترک تقلید کے قبیح نتائج کا اعتراف کرتے ہوئے خود غیر مقلد حضرات کے پیشوا مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رح اپنے رسالہ "اشاعۃ السنہ" جلد ۱۱ شمارہ ۱۱ صفحہ ۵۳ میں تحریر فرماتے ہیں :

"پچیس برس کے تجربہ کے بعد سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہدِ مطلق اور تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور مذہب لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ جماعت اور نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی کے باعث فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق خفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، کفر و ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کا بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ علم کی کمی کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں"[2]

مقلد اور غیر مقلد دونوں قسم کے علماء کرام کی ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی۔

---

[1] جواہر الفقہ حصہ اول صفحہ ۱۵۳۔

[2] بحوالہ سبیل الرشاد مصنفہ حضرت گنگوہی رح صفحہ ۹۔

کہ تقلید شخصی سے انحراف کرنا طرح طرح کے فتنہ و فساد کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی تقلید شخصی کے وجوب کو تسلیم نہ کرے تو اس کی بنیاد صرف دو چیزیں ہو سکتی ہیں۔

۱، یا تو وہ شخص اتباع ہوی اور خواہشات نفس کی پرستش میں مبتلا ہے جس کی مثالیں گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہیں۔

۲، یا وہ شخص صلاحیت اجتہاد سے تہی دامن ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مجتہد سمجھتا ہے۔

اور یہ دونوں چیزیں نہایت خطرناک اور امت مسلمہ کو راہ خیر اور صراط مستقیم سے محروم کر کے فساد و شر کی مختلف راہوں میں بکھیر دینے والی ہیں، اس حقیقت کو مکمل وضاحت کے ساتھ ذہن نشین کرنے کے لئے اختلاف امت کے اقسام اور اس کے اسباب پر ایک تفصیلی نظر ڈالنی مناسب ہے

اختلافِ امت

قرآن و سنت میں بصراحت امت کے افتراق و انتشار کی خبر دی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے والے معیار صحیح کی بھی نشاندہی کی گئی .... علماء کرام نے افتراق امت کے مختلف اسباب بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے ہیں جن کی بنیاد پر جادۂ حق سے منحرف ہونے والے تمام فرقوں کو تعیین و تفہیم نیز راہ حق کی توضیح و تفسیر میں بصیرت اور اطمینان کلی کا سرمایہ حاصل ہوتا ہے۔ .... ارشاد ربانی ہے :

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ؛ (سورۂ انعام پ۸)

اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو تم لوگ اسی کی اتباع کرو، اور مختلف راستوں کی اتباع نہ کرو، ورنہ تم کو یہ چیز اللہ کے راستہ سے پھیر دے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

9045272713

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال تفرقت الیهود علی احدی وسبعین فرقة او ثنتین وسبعین فرقة والنصاریٰ مثل ذلك وتفترق امتی علی ثلث وسبعین فرقة [1]

ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے' اور نصاریٰ کا بھی یہی حال ہوا اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائیگی۔

ترمذی کی دوسری روایت میں مزید تفصیل ہے :

وان بنی اسرائیل افترقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفرق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا ومن هی یارسول الله؟ قال ما انا علیه واصحابی [2]

بے شک بنی اسرائیل بہتر ملتوں میں منقسم ہو گئے اور میری امت تہتر ملتوں میں منقسم ہو جائے گی : اور ایک ملت کے علاوہ سب کے سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ رضؓ نے سوال کیا' اے اللہ کے رسولؐ وہ (جنتی) کون ہوں گے' آپؐ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے راستہ پر ہوں گے۔

ان نصوص میں جس افتراق کی خبر دی گئی ہے وہ نظریات اور معتقدات کے مختلف ہو جانے کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔

" والتفرق ناش عن الاختلاف فی المذاهب والآراء" [3]

اختلاف کے پیرائے مختلف ہوتے ہیں لیکن وہ عموماً تین بنیادوں پر ہوتا ہے۔

---

[1] جامع الترمذی صـ ۹۰ جلد ۲

[2] " " صـ ۸۹ " "

[3] الاعتصام صـ ۳ جلد ۳

9045272713

اختلاف کی پہلی قسم :

یہ ہے کہ دین کے اصول اور کلیات ہی کے سلسلہ میں رائیں مختلف ہو جائیں ۔

علامہ شاطبی رح فرماتے ہیں کہ :

واصل هذا الاختلاف هو في التوحيد والتوجه للواحد الحق سبحانه فان الناس في عامة الامر لو يختلفوا في ان لهم مدبرا يدبرهم وخالقا اوجدهم الا انهم اختلفوا في تعيينه على آراء مختلفة من قائل بالاثنين وبالخمسة وبالطبيعة او بالدهر او بالكواكب الى ان قالوا بالآدميين وبالشجر وبالحجارة وما ينحتون بايديهم ؎

دراصل یہ اختلاف توحید اور ذات واحد کی طرف توجہ کے سلسلہ میں پیدا ہوا، لوگوں میں عموماً اس چیز کے اندر اختلاف نہیں ہوا کہ ان کے لئے کوئی مدبر ہے جو ان کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، یا کوئی خالق ہے جس نے ان کو پیدا کیا بلکہ انھوں نے خالق کی تعین کے سلسلہ میں اختلاف کیا، کوئی دو کا قائل ہوا کوئی پانچ کا، یا پھر طبیعت کا یا دھر یا کواکب کی خالقیت کا اعتقاد رکھا، یہاں تک کہ بعض لوگ آدمیوں، درختوں، پتھروں اور خود تراشیدہ چیزوں کو خالق مان بیٹھے ۔

آیت کریمہ :

ولا يزالون مختلفين الا من رحم ربك ولذلك خلقهم ،

اور یہ لوگ برابر اختلاف کرتے رہے مگر وہ لوگ جن پر تیرے رب نے رحم کیا اور اللہ نے ان کو اسی لئے پیدا کیا ۔

انہیں لوگوں کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے، یہ لوگ رحمت خداوندی اور ہدایت ربانی سے سراسر محروم ہیں ۔

؎ الاعتصام جلد ۳ ص ۵ ۔

9045272713

علامہ شاطبی رح تحریر فرماتے ہیں:

ومنهم من اقر بواجب الوجوب الحق لكن على آراء مختلفة ايضاً الى ان بعث الله تعالى الانبياء مبينين لامرهم حق ما اختلفوا فيه من باطله على ما ينبغي ونزهوا رب الارباب عما لا يليق بجلاله من نسبة الشركاء والانداد واضافة الصاحبة والاولاد فاقر بذلك من اقر به وهم الداخلون تحت مقتضى قوله "الا من رحم ربك" وانكر من انكر فصار الى مقتضى قوله "وتمت كلمة ربك لاملأن جهنم من الجنة والناس اجمعين" وانما دخل الاولون تحت وصف الرحمة لانهم خرجوا عن وصف الاختلاف الى وصف الوفاق والالفة وهو منقول عن جماعة من المفسرين وخرج ابن وهب عن عمر ابن عبد العزيز انه قال في قوله تعالى "ولذلك خلقهم" خلق اهل الرحمة ان لا يختلفوا وهو معنى ما نقل عن مالك وطاؤس في جامعة

ان میں سے بعض نے واجب الوجوب تعالیٰ کا اقرار کیا، لیکن ان کی رائیں مختلف رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کو مبعوث فرمایا جنھوں نے اپنی امتوں کے سامنے مختلف فیہ چیزوں میں حق اور باطل کو مکمل واضح فرمایا اور رب العالمین کی شرکاء انداد بیوی اور اولاد اور ان تمام چیزوں سے تنزیہہ فرمائی جو جلالتِ خداوندی کے شایانِ شان نہ تھیں، تو تسلیم کرنے والوں نے اس کو تسلیم کیا، اور یہی وہ لوگ جو "الا من رحم ربك" کے تحت داخل ہیں۔ اور منکرین نے انکار کیا اور تمت کلمۃ الخ (آپ کے رب کا فیصلہ پورا ہو چکا کہ ہم ضرور بالضرور ایسے انسانوں اور جناتوں کو جہنم میں داخل کر دیں گے) کے مصداق ہو گئے پہلے لوگ رحمت سے اس لئے ہمکنار ہوئے کہ وہ اختلاف سے بچ کر اتفاق اور الفت اختیار کرنے والے تھے۔ مفسرین کرام کی ایک جماعت سے آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔ ابن وہب نے آیت کریمہ "ولذلک خلقهم" کی تفسیر میں عمر ابن عبد العزیز کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل رحمت کو اسی لئے پیدا ہی کیا ہے کہ وہ اختلاف سے

00452713

وبقی الآخرون علی وصف الاختلاف اذ خالفوا الحق الصریح ونبذوا الدین الصحیح [1]

دور رہیں، یہی معنی مالک اور طاؤس سے بھی منقول ہیں اور بقیہ لوگ حق صریح کی مخالفت اور دین صحیح کو پسِ پشت ڈالنے کی وجہ سے صفتِ اختلاف ہی پر رہے۔

اختلاف کی دوسری قسم :

بعض دفعہ اختلاف اصول وکلیات کے بجائے جزئیات اور فروع کے اندر ہوتا ہے۔

ثم ان ہؤلاء المتفقین قد یعرض لھم الاختلاف بحسب القصد الثانی لا القصد الاول" [2]

پھر یہ کلیات دین میں متفق حضرات بعض دفعہ قصد ثانی یعنی جزئیات کے اعتبار سے اختلاف کر لیتے ہیں نہ کہ قصد اول یعنی کلیات کے اعتبار سے۔

یہ اختلاف مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ائمہ عظام رح کے اختلافات .... علامہ شاطبی رح فرماتے ہیں :

انا نقطع بان الخلاف فی مسائل الاجتہاد واقع ممن حصل لھم محض الرحمۃ وھم الصحابۃ ومن اتبعھم باحسان [3]

ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ مسائل اجتہادیہ میں اختلاف ان لوگوں میں بھی ہوا جو سراسر اہل رحمت ہیں یعنی صحابہ کرام رض اور ان کے سچے متبعین۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح تحریر فرماتے ہیں :

ثم انھم تفرقوا فی البلاد وصار کل واحد مقتدی ناحیۃ من النواحی

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) صحابہ کرام رض تمام بلاد میں پھیل گئے اور ہر شخص ایک ایک حصہ

---

[1] الاعتصام ص۵-۶ جلد ۳

[2] " ص۸ "

[3] الاعتصام ص۱۰ جلد ۳۔

9045272713

فكثرت الوقائع ودارت المسائل فاستفتوا فيها فاجاب كل واحد حسب ما حفظه اذ استنبط ما يصلح للجواب وان لم يجد فيما حفظه اواستنبط ما يصلح للجواب اجتهد برأيه وعرف العلة التى ادار رسول الله صلى الله عليه وسلم عليها الحكم فى منصوصاته فطردوا الحكم حيث وجدها لا يألو جهدًا فى موافقة غرضه عليه الصلوٰة والسلام فعند ذلك وقع الاختلاف بينهم [1]

کا مقتدا بن گیا، پس واقعات زیادہ پیش آنے گئے، اور لوگوں نے مسائل دریافت کرنے شروع کئے، ہر صحابی نے اپنی یادداشت اور استنباط کے موافق جواب دیا، اور اگر انھوں نے اپنی یادداشت اور استنباط میں کوئی امر قابل نہ پایا تو اپنی رائے سے اجتہاد کیا اور اسی علت کو معلوم کیا جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مصرح احکام میں مدار علیہ قرار دیا تھا، پس انہوں نے جہاں اس علت کو پایا وہیں اس کا حکم متعین کر دیا اور حکم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض کے مطابق کرنے میں کوئی کمی نہ کی، پس اس وقت ان کے درمیان اختلاف واقع ہوگیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدین کے ان اختلافات کو بڑے لطیف اور نفیس انداز میں تفصیلاً بیان کیا ہے ـــــ اس نوع کے اختلاف کو کسی بھی طرح مذموم اور غیر مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ علمائے امت کی تصریحات کے مطابق یہ اختلاف امت کے لئے رحمت ہے :

ان جماعة من السلف الصالح جعلوا اختلاف الامة فى الفروع رحمة...... روى عن قاسم بن محمد قال نفع الله باختلاف اصحاب رسول الله

سلف صالحین کی ایک جماعت نے فروع کے اندر امت کے اختلاف کو رحمت کہا ہے قاسم ابن محمد سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اختلافات

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص۳۳۲ جلد۱

9045272713

صلی اللہ علیہ وسلم فی العمل
لا یعمل العامل بعمل رجل منهم
الا رای انه فی سعة ....
روی ابن وهب عن القاسم ایضا
قال لقد اعجبنی قول عمر ابن عبد العزیز
ما احب ان اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا یختلفون لانه
لو کان قولا واحدا لکان الناس
فی ضیق وانهم ائمة یقتدی بهم
فلو اخذ رجل بقول احدهم کان
سنة [1]

کو عمل کے اندر نفع بخش بنایا ہے، عمل کرنیوالاان میں سے جس کے بھی طریقہ پر عمل کریگا اپنے کو وسعت کے اندر محسوس کریگا، نیز ابن وہب نے قاسم سے نقل کیا ہے کہ "مجھے عمر ابن عبد العزیز کا یہ قول بہت پسند آیا اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ صحابہ کرام رض اختلاف نہ کرتے اس لئے کہ اگر ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑتے ....

صحابہ کرام چونکہ رہنما اور مقتدا ہیں اس لئے ان میں سے جس کا بھی قول اختیار کیا جائے سنت ہوگا۔

اختلاف کی تیسری قسم:

اختلاف کی ان دونوں صورتوں کے درمیان ایک تیسری صورت ہے کہ اصل دین میں اتفاق کے باوجود دین کے بعض قواعد کلیہ اور مسائل اساسیہ میں اختلاف رونما ہوجائے، جس کی بنیاد پر لوگ مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہوجائیں، یہ وہی اختلاف ہے جس کی خبر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں دی ہے کہ "میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائیگی علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وبین هذین الطریقین واسطة ادنی
من الرتبة الاولی واعلی من الرتبة
الثانیة وهی ان تقع الاتفاق فی اصل

اور ان دونوں طریقوں کے درمیان ایک واسطہ جو پہلے سے کمتر اور دوسرے سے بدتر ہے وہ یہ ہے کہ اصل دین میں اتفاق کے

[1] الاعتصام ص۱۱ جلد۳

9045272713

الدین ویقع الاختلاف فی بعض قواعدۃ الکلیۃ وھو المودی الی التفرق شیعا ---------- ولذالک صح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امتہ تفرق علی بضع وسبعین فرقۃ[1]

باوجود دین کے بعض قواعد کلیہ میں اختلاف واقع ہو جائے اور یہی مختلف گروہ بندیوں کا سبب ہے، اسی بناء پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت الخ

امام ابواسحٰق ابراھیم ابن موسیٰ شاطبی رح نے اپنی مشہور و مستند کتاب "الاعتصام" اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رح نے اپنی مایۂ ناز کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں اسی اختلاف کے اسباب وعلل نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں، جن میں یہ دو سبب بہت اہم ہیں:

اختلاف کا پہلا سبب:

اختلاف کا پہلا سبب یہ ہے کہ آدمی اپنے کو صاحب علم وفضل اور مرتبۂ اجتہاد پر فائز خیال کرے اور فی الواقع اسے یہ درجہ حاصل نہ ہو: ---------- علامہ شاطبی رح فرماتے ہیں:

احدھا ان یعتقد الانسان فی نفسہ او یُعتقد فیہ انہ من اھل العلم والاجتہاد فی الدین ولم یبلغ تلک الدرجۃ ------ فتراہ احداً ببعض جزئیات الشریعۃ فی ھدم کلیاتھا حتی یصیر منھا ماظھر لہ فی بادی رأیہ من غیر احاطۃ بمعانیھا ولا رسوخ فی فہم مقاصدھا[2]

پہلا سبب اختلاف کا یہ ہے کہ آدمی خود اپنے کو اہل علم اور اہل اجتہاد سمجھے یا دوسرے لوگ اس کے بارے میں یہ خیال کریں حالانکہ اسے یہ درجہ حاصل نہ ہو، تم ایسے شخص کو دیکھو گے کہ بعض دفعہ وہ شریعت کے کسی ایسے جزیۂ کو اختیار کر لیتا ہے جو اصل شریعت ہی کو منہدم کرنے والی ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ احکام شرعیہ کے معانی کا احاطہ اور مقاصد کا ادراک کئے بغیر ظاہر نظر میں سمجھ میں آنے والی چیزوں

[1] الاعتصام جلد ۳ صـ ۱۲،
[2] الاعتصام جلد ۳ صـ ۱۴-۱۵۔

9045272713

کو اختیار کرتا رہتا ہے

علم وفہم کی کمی کے باوجود اپنی رائے اور فیصلہ کو حرف آخر قرار دیتا ہے، قرآن وحدیث کے ضروری علوم استنباط واجتہاد کے واجبی شرائط پورے حاصل کئے بغیر احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ میں رائے زنی کر کے زیغ وضلال اور افتراق وانتشار کے دروازے کھولتا رہتا ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں اس روش پر شدید تنبیہ فرمائی ہے:

۱۔ عن عبد اللہ بن عمرو ابن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لایقبض العلم انتزاعا ینتزعہ ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی ان لم یبق عالم من العباد اتخذ الناس رؤسا جہالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا [۱]

بے شک اللہ تعالٰے علم نہیں اٹھائیں گے اس طور پر کہ دفعۃً بندوں سے چھین لیں۔ بلکہ علم اٹھائیں گے علماء کرام کو اٹھا کر یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہ جائے گا تو لوگ جاہل رہنماؤں کو اپنا لیں گے اور انھیں سے مسائل معلوم کئے جائیں گے اور یہ لوگ علم کے بغیر ہی جواب دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیں گے۔

۲۔ عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعدہٗ من النار [۲] (رواہ ترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن کریم کے اندر بغیر علم کے رائے زنی کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔

۳۔ عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی

جس شخص کو غلط فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ مفتی کے سر ہے۔

---

[۱] البخاری کتاب العلم صنہ ۲۰ جلد ۱ ترمذی ابواب العلم صنہ ۹۰ جلد ۲ مسند حمیدی صنہ ۲۶۵ جلد ۱

[۲] بحوالہ مشکوٰۃ کتاب العلم صنہ ۳۳ جلد ۱۔

9045272713

بغیر علم کان اثمه علی من افتاہ ۱؎ (رواہ ابوداؤد)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علمائے امت رہ نے بھی دین میں جہلاء کی دخل اندازی کو منبع فتن قرار دیا ہے

قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ لایزال الناس بخیر ما اخذوا العلم من اکابرھم فاذا اخذوہ من اصاغرھم وشرارھم ھلکوا .... قال الباجی یحتمل الاصاغر من لا علم عندہ ۲؎

ابن مسعود فرماتے ہیں، لوگ اس وقت تک خیر میں رہیں گے جب تک علم، علماء سے حاصل کرتے رہیں اور جب چھوٹوں اور برے لوگوں سے علم حاصل کرنا شروع کردیں گے تو ہلاکت میں پڑجائیں گے.... باجی کہتے ہیں احتمال ہے کہ "چھوٹوں" سے مراد بے علم لوگ ہوں۔

وفی تفسیر ابن عباس وتفسیر سعید بن منصور "خلا عمر رضی اللہ عنہ ذات یوم فجعل یحدث نفسہ کیف تختلف ھذہ الامۃ ونبیھا واحد ؟ فارسل الی ابن عباس رضی اللہ عنہ فقال کیف تختلف ھذہ الامۃ ونبیھا واحد وقبلتھا واحد قال فقال ابن عباس رض یا امیر المومنین انما انزل علینا القراٰن فقراٰناہ وعلمناہ فیما انزل وانہ سیکون بعدنا اقوام یقرؤن القراٰن ولایدرون فیما نزل فیکون بھم فیہ رأی فاذا کان

ابن عباس اور سعید ابن منصور کی تفسیروں میں مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمر رض تنہائی میں تھے اور غور کررہے تھے کہ اس امت میں کیسے اختلاف واقع ہوجائے گا جب کہ امت کے نبی ایک ہیں، پھر ابن عباس رض کو طلب کیا اور ان سے سوال کیا کہ اس امت میں کیسے اختلاف واقع ہوجائے گا جب کہ اس امت کے نبی ایک ہیں اور قبلہ بھی ایک ہی ہے، تو ابن عباس رض نے کہا، اے امیر المومنین بے شک قرآن ہمارے زمانے میں نازل ہوا اور ہم نے اسے پڑھا اور اس کے مواقع نزول کو سمجھا، ہمارے بعد کچھ لوگ آئیں گے اور وہ

9045272713

۱؎ بحوالہ مشکوٰۃ کتاب العلم ص۳۵ ، ۲؎ الاعتصام جلد ۳ ص ۱۶-۱۷

كذلك اختلفوا فاذا اختلفوا اقتتلوا [1]

قرآن پڑھیں گے لیکن اس کے مواقع نزول سے ناآشنا ہوں گے، قرآن میں خود اپنی ہی رائے پیش کریں گے، اور جب یہ صورت حال ہوگی تو اختلاف کریں گے اور جب اختلاف برپا ہوگا تو جدال وقتال تک کی نوبت آئے گی۔

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

ايضاً جهل رؤس الناس واستفتاء الناس من لاعلم له بالحديث ولا بطريق التخريج كما ترى ظاهرا في اكثر المتاخرين ونبه عليه ابن همام وغيره وذلك الوقت سمى غير المجتهد فقيها [2]

اور نیز ایک سبب یہ بھی تھا کہ حکام جاہل تھے اور لوگ ایسے لوگوں سے فتویٰ لیتے تھے جن کو نہ علم حدیث حاصل تھا اور نہ وہ تخریج کے طریقہ سے واقف تھے جیسا کہ اکثر متاخرین کی ظاہری حالت تم دیکھتے ہو، ابن ہمام وغیرہ نے اس پر تنبیہ کی ہے اور اس زمانے میں غیر مجتہد کو بھی فقیہ کہنے لگے تھے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

كتب سلمان رض الى ابي الدرداء رضي الله عنه وقد كان آخى بينهما رسول الله صلى الله عليه وسلم يا اخي بلغني انك قعدت طبيبا تداوي المرضى فانظر فان كنت طبيبا فتكلم فان كلامك شفاء وان كنت متطببا فالله لا تقتل مسلما فكان ابو درداء

حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابو درداء کے پاس خط لکھا ان دونوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخاۃ قائم فرمایا تھا ---- اے میرے بھائی مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ طبیب بن کر مریضوں کا علاج کرتے ہیں تو غور کر لیجئے اگر آپ واقعۃً طبیب ہوں تو گفتگو کیجئے آپ کا کلام باعث شفا

9045272713

---

[1] الاعتصام جلد ۳ ص ۲۹-۳۰ ۔
[2] حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۶۰/۱۷۰

یتوقف بعد ذالك اذ سئل [1] ہوگا اور اگر آپ واقعی طبیب نہ ہوں، تو خدارا کسی مسلمان کو ہلاکت میں نہ ڈالئے۔ اس کے بعد حضرت ابو درداء رضی سے جب بھی کوئی سول کیا جاتا تو وہ توقف کرتے تھے۔

اس عبارت سے مسائل علمیہ میں بصیرت کے بغیر رائے زنی کی سخت مذمت ثابت ہوئی، نیز اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شدت احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔

قال بعض اهل العلم لا یؤتون الناس قط من قبل علماءهم وانما یؤتون من قبل انه اذا مات علماءهم افتی من لیس بعالم [2]

بعض اہل علم کا قول ہے کہ لوگوں پر افتاد علماء کی جانب سے کبھی بھی نہیں آتی لوگوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا سبب محض یہ ہوتا ہے کہ علماء کے گذر جانے کے بعد جہلا ہی منصب فتوی پر فائز ہو جاتے ہیں

اختلاف کا دوسرا سبب :

۲: اختلاف امت کا دوسرا اہم سبب اتباع ہوئی ہے یعنی کتاب وسنت کی تصریحات کو پس پشت ڈال کر آدمی خواہشات نفسانیہ کی راہ اختیار کرلیتا ہے اور اسی کو اپنا حاکم اور مقتدا بنالیتا ہے۔ صاحب الاعتصام فرماتے ہیں:

والثانی من اسباب الاختلاف اتباع الهوی ولذلك سمی اهل البدع اهل الاهواء لانهم اتبعوا اهواءهم فلم یاخذوا الادلة الشرعیة ماخذ الافتقار الیها والتعول علیها حتی یصدروا عنها بل قدموا اهواءهم

اختلاف کا دوسرا سبب اتباع ہوئی ہے اسی وجہ سے اہل بدع کو اہل "اہواء" کہتے ہیں کیوں کہ انہوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کی، اسی بنا پر ادلہ شرعیہ کو اپنے احتیاج کا مرکز نہیں قرار دیا، اور نہ ہی ان پر اعتماد کیا کہ ان کی طرف وہ میلان کرتے بلکہ اپنی خواہشات

---

[1] احیاء العلوم ص ۷۶ ج ۱ ، [2] الاعتصام ص ۱۵ جلد ۳

9045272713

واعتمدوا على آرائهم ثم جعلوا الادلة الشرعية منظوراً فيها من وراء ذالك [1]

کو مقدم رکھا اور اپنی رایوں ہی پر اعتماد کیا اور آخر شرعیہ پر ان کی نظر ثانوی درجہ کی رہی ۔

قرآن وحدیث اور آثار سلف میں اتباع ھویٰ کو فساد وضلال کی اصل قرار دیا گیا ہے

قال اللہ تعالیٰ :

هو الذی انزل علیك الكتاب منه آیات محكمات هن ام الكتاب واخر متشابهات فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله (سورۂ آل عمران پ۳)

وہ اللہ جس نے آپ پر کتاب اتاری اس میں سے بعض آیات محکمات ہیں وہی اصل کتاب ہیں، اور بعض دوسری متشابہ آیات ہیں تو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے۔

وقال اللہ تعالیٰ :

ومن اضل ممن اتبع هواه بغیر هدًى من الله۔ (سورۂ قصص پ۲)

اور ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہشات پر چلتا ہو بدون اسکے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل ہو۔

وقال اللہ تعالےٰ :

ولا تتبع الهوىٰ فیضلك عن سبیل الله (سورہ ص پ۲۳)

خواہشات کی اتباع نہ کرو ورنہ وہ تم کو اللہ کے راستے سے گمراہ کردیں گی۔

وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم سیخرج فی امتی اقوام تتجاری بهم تلك الاهواء كما تتجاری الكلب بصاحبه

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں عنقریب ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جن میں یہ خواہشات ایسے سرایت کرجائیں گی

9045277213

حتی لا یبقی منه عرق ولا مفصل الا دخله [۱]

جیسے داء الکلب کا مرض اپنے مریض کے اندر سرایت کر جاتا ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہتا۔

وفی صحیح مسلم عن عائشة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان اذا قام من اللیل یصلی یقول اللّٰهم رب جبرئیل ومیکائیل فاطر السمٰوات والارض عالم الغیب والشهادہ انت تحکم بین عبادك فیما کانوا فیه یختلفون اهدنی لما اختلف فیه من الحق باذنك انك تهدی من تشاء الیٰ صراط مستقیم فمن خرج عن الصراط المستقیم کان متبعا لظنه وما تهواہ نفسه ومن اضل ممن اتبع هواہ بغیر هدیً من اللّٰه [۲]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لئے اٹھتے تو فرماتے تھے "اے اللہ جبرئیل اور میکائیل کے رب، زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کھلی اور چھپی چیزوں کو جاننے والے آپ فیصلہ کریں گے اپنے بندوں کے درمیان ان چیزوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے" مجھے اپنے فضل سے اس حق کی ہدایت دیجئے جس میں اختلاف کیا گیا بے شک آپ جس کو چاہتے ہیں صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہیں، تو جو شخص صراط مستقیم سے نکل گیا وہ اپنے گمان اور نفسانی خواہشات کی اتباع کرنے والا ہے اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جس نے کسی منجانب اللہ دلیل کے بغیر اپنی خواہشات کی اتباع کی۔

عن ابن مسعود رضؓ من احب ان یکرم دینه فلیعزل مخالطة الشیطان ومخالطة اصحاب الاهواء فان

ابن مسعودؓ سے مروی ہے جو شخص اپنے دین کو مکرم رکھنا چاہتا ہو، تو وہ شیطان اور اہل ہویٰ کی مخالطت سے احتراز کرے کیوں کہ

---

[۱] الاعتصام ص ۱۹ / ج ۳،

[۲] ابو داؤد احمد عن معاویہؓ بحوالہ مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۳۱۔

9045272713

مجالسهم الصق من الجرب [1]

ان کی ہم نشینی خارش سے بھی زیادہ آ لگنے والی ہے۔

ان رجلا سئل عن ابراهیم النخعی عن الاهوا ایها خیر فقال ماجعل الله فی شیء عن الهوی مثقال ذرة من خیر ما هی الا زینة الشیطان [2]

ابراہیم نخعیؒ سے ایک شخص نے "اھوا" کے بارے میں سوال کیا کہ ان میں کون بہتر ہے تو انھوں نے فرمایا کسی بھی "ھویٰ" میں اللہ تعالیٰ نے ذرہ بھر بھی خیر نہیں رکھی، یہ تو شیطان کی زینت ہے۔

قال الشعبی رح احذرکم اهل هذه الاهواء المضلة [3]

شعبی رح نے فرمایا میں تم کو ان گمراہ کن خواہشات والوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں۔

حضرت شاہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں؛

ومنها الاغراض الفاسدة الحاملة علی التاویل الباطل کطلب مرضاة الملوك فی اتباعهم الهوی لقوله تعالیٰ ان الذین یکتمون ما انزل الله من الکتاب ویشترون به ثمنا قلیلا اولئك ما یاکلون فی بطونهم الا النار [4]

فساد دین کے اسباب میں ایک سبب اغراضِ فاسدہ ہیں جن کی خاطر لوگ جھوٹی تاویلیں کرتے ہیں، جیسے بادشاہوں کی خوشنودی کی خاطر ان کی خواہش نفسانی پوری کرنے کیلئے لوگ ایسا کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں جو لوگ کتاب الٰہی کے احکام کو جو منزل من اللہ ہیں چھپاتے ہیں اور ان کے عوض کچھ قیمت لیتے ہیں وہ اپنے شکموں میں آگ بھرتے ہیں

9045272713

---

[1] الاعتصام جلد ۲ ص ۱۶۰،
[2] // // ص ۲۶،
[3] منہاج السنہ جلد ۱ ص ۱۴۰،
[4] حجۃ اللہ البالغہ // ص ۲۸۳-۲۸۴۔

خلاصۂ بحث

خلاصہ بحث یہ ہے کہ عدم تقلید کی وجہ سے جو افتراق واختلاف امت کے اندر پیدا ہوتا ہے وہ اسی تیسری نوع کا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مذکور میں اسی کی خبر دی ہے اور اسی کی بنیاد پر امت مسلمہ مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہو جاتی ہے، اور اس اختلاف کے اسباب بھی عموماً یہی دو ہیں:

اتباع ہویٰ

عدم علم وصلاحیت کے باوجود علم واجتہاد کا ادعاء۔ اللّٰھم احفظنا منہ۔

انشاء اللہ آئندہ محاضرہ میں "تقلید کے ائمہ اربعہ میں انحصار" اور اسی ضمن میں دوسرے مباحث آئیں گے